حضرت مولانا عبداللہ غزنویؒ

حضرت مولانا عبداللہ غزنویؒ تقویٰ و طہارت، زہد و ورع، للّٰہیت اور علمِ دین میں یکتائے روزگار تھے۔ مولانا سید عبدالحئی لکھنویؒ (م ۱۳۴۱ھ) نے نزہۃ الخواطر میں لکھا ہے کہ:

"حضرت عبداللہ بن محمد بن شریف غزنوی شیخ تھے، امام تھے، عالم تھے، زاہد تھے، مجاہد تھے، رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے۔ اللہ کی رضا کے لیے اپنی جان۔ اپنا گھر بار، اپنا وطن، سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔ علمائے سوء کے خلاف اُن کے معرکے مشہور ہیں۔" (ج ۷، ص ۳۰۲)

حضرت مولانا عبداللہ ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۱ء غزنی کے ایک قصبہ بہادر خیل میں پیدا ہوئے۔ والدین نے محمد اعظم نام رکھا لیکن آپ نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا۔ آپ فرماتے تھے:

"محمدؐ جو تمام مخلوقات سے اعظم افضل ہیں۔ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ ہمارا نام عبداللہ بہتر ہے۔" (اہلحدیث امرتسر ۶ر دسمبر ۱۹۱۸ء)

ابتدائی تعلیم غزنی کے علماء سے حاصل کی، اس کے بعد آپ شیخ حبیب اللہ قندہاریؒ (م ۱۲۶۵ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علومِ اسلامیہ میں استفادہ کیا۔ حضرت شیخ حبیب اللہؒ مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ) سے مستفیض تھے۔ مولانا عبداللہ غزنوی حضرت حبیب اللہ قندہاری کی خدمت میں دو بار حاضر ہوئے۔

مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ (م ۱۹۶۲ء) فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عبداللہ غزنوی جب دوبارہ قندہار تشریف لے گئے تو آپ کے حالات سے متعجب ہو کر شیخ حبیب اللہ قندہاری نے علماء قندہار کی بھری مجلس میں فرمایا: دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے، میں خود نہیں سمجھتا۔" (اہلحدیث امرتسر ۶ر دسمبر ۱۹۱۸ء)

غزنی اور قندھار میں مستفیض ہونے کے بعد تحصیلِ حدیث کے لیے حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے حدیث کی تحصیل کی۔ آپ کے سفرِ دہلی میں آپ کے شریکِ سفر مولانا حافظ محمد لکھوی صاحب تفسیر محمدی پنجابی (م ۱۳۱۲ھ) اور مولانا غلام رسول آف قلعہ میہاں سنگھ (م ۱۲۹۱ھ) تھے۔ دہلی میں آپ کے تعلیم حاصل کرنے کے دوران تحریکِ آزادیٔ ہند جسے انگریزوں نے غدر کا نام دیا ہے، کا واقعہ رونما ہوا۔ تاہم آپ نے دہلی میں تحصیلِ حدیث کی اور اس کے بعد واپس وطن تشریف لے گئے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۴۲ھ) لکھتے ہیں:

"پھر شیخ ہندوستان آئے اور شیخ نذیر حسین دہلوی سے صحاح ستہ پڑھی، پھر اپنے ملک لوٹ گئے۔" (نزہۃ الخواطر ج ۷، ص ۳۰۲)

غزنی پہنچ کر آپ نے توحید و سنت کی تبلیغ اور شرک و بدعت کی تردید شروع کی جس سے علاقہ کے عالم اور عوام آپ کے مخالف ہو گئے۔

علمائے سوء آپ سے مناظرہ اور گفتگو کرنے سے گھبراتے تھے، اس لیے انہوں نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ آپ کا سامنا نہ کیا جائے چنانچہ انہوں نے امیرِ کابل دوست محمد خان کے کان بھرے اور اس سے شکایت کی کہ اس شخص کے عقائد درست نہیں ہیں، لہٰذا اسے جلاوطن کر دیا جائے۔ اس پر امیر دوست محمد خاں نے آپ کو غزنوی سے جلاوطن کر دیا۔

امیر دوست محمد خان کے انتقال کے بعد امیر شیر علی خاں ملک کا حاکم مقرر ہوا، تو آپ دوبارہ وطن تشریف لے گئے۔ امیر شیر علی خاں نے بھی علمائے سوء کے بھڑکانے پر آپ کو ملک سے نکل جانے کا حکم دیا۔ لیکن آپ ابھی غزنی ہی میں تھے کہ امیر شیر علی خاں کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا گیا اور امیر محمد افضل خاں ملک کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کو بھی علمائے سوء نے آپ کے خلاف بھڑکایا۔ آپ کو گرفتار کر کے امیر کے سامنے پیش کیا گیا، مگر آپ کے نورانی چہرہ اور بارعب شخصیت سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کے خلاف کوئی سخت قدم [illegible]ے سے گھبرایا، تاہم آپ کو قید کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ بعد میں علمائے سوء کے بہکانے پر آپ کو قید خانے میں دُرّے مارے گئے اور آپ کی

ڈاڑھی بھی مونڈ دی گئی۔ قید خانے میں آپ کے تین صاحبزادے مولانا عبداللہ بن عبداللہ (م ۱۲۹۶ھ)، مولانا محمد بن عبداللہ (م ۱۲۹۳ھ) اور مولانا عبدالجبار بن عبداللہ (م ۱۳۳۱ھ) آپ کے ساتھ تھے۔

مولانا عبداللہ غزنوی ۲ سال جیل میں رہے۔ اس دوران امیر افضل خاں نے انتقال کیا اور امیر اعظم خاں ملک کا حاکم مقرر ہوا، اُس نے آپ کو رہا کر کے ملک سے جلا وطن کر دیا۔ آپ غزنی سے نکل کر مشرقی پنجاب کے شہر امرتسر پہنچے اور اس شہر کو اپنا مستقر بنا کر توحید و سنّت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

آپ نے مدرسہ غزنویہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم کی اور اس میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ سے جن حضرات نے استفادہ کیا، انہوں نے برِصغیر پاک و ہند میں مسلک اہلحدیث کی اشاعت اور ترقی و ترویج، نیز شرک و بدعت کی تردید میں نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تبلیغ دین کی طرف بھی توجہ کی اور اس سلسلہ میں آپ کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا تاہم آپ نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ آپ نے دینی کتب کی اشاعت کی طرف بھی توجہ کی اور کئی ایک رسائل چھپوا کر مفت تقسیم کئے۔

مولانا عبداللہ غزنویؒ نے ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ (مطابق ۱۸۷۹ء) کو امرتسر میں انتقال کیا۔

معاصرین کے تاثرات

حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) فرماتے تھے:

واہ عبداللہ فنا فی اللہ شد   از جناب باریش تسلیم باد
چشمہ فیض کرامت شانِ او   رونق افزا چشمہ تکریم باد

(الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۷۶)

حضرت میاں صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

”مولوی عبداللہ غزنوی نے حدیث مجھ سے پڑھی اور میں نے اُس سے

نماز سیکھی۔"

نیز فرمایا کرتے تھے :

"میرے درس میں دو عبد اللہ آئے، ایک عبد اللہ غزنوی، دوسرے عبد اللہ غازی پوری۔" (تراجم علمائے حدیث ہند ص ۴۵۵)

محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاںؒ (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں :

"عبد اللہ غزنوی کیا ہی خوب بزرگ تھے۔ وہ حدیث نبویؐ اور مسنون راہ کے جامع تھے۔ لوگوں کو راہِ حق دکھانے میں وطن کے اندر بدعتیوں سے بڑی بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ عبادت و ریاضت میں بڑی مشغولیت رکھتے تھے، علمِ حدیث کی اشاعت اور اتباعِ سنت کے سلسلے میں انہوں نے بڑا کام کیا۔ معاصرین کے اندر اس باب میں کوئی ان جیسا دکھائی نہیں دیتا۔" (تقصار جیود الاحرار ص ۱۹۳)

مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) لکھتے ہیں :

"حضرت عبد اللہ غزنوی اہلِ استقامت کے نمونہ، ہدایت و یقین کے امام، اتقیاء کاملین کے سردار، کشف و تحقیق والے، اہلِ عرفان کے سرگروہ اور مقامِ احسان پر فائز تھے"۔

(غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد ص ۱۲)

تلامذہ

مولانا عبد اللہ بن عبد اللہ غزنوی (م ۱۲۹۶ھ) مولانا محمد بن عبد اللہ غزنوی (م ۱۲۹۳ھ) مولانا عبد الجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) مولانا عبد الواحد غزنوی بن عبد اللہ غزنوی (م ۱۳۴۹ھ) مولانا محمد ابراہیم آروی (م ۱۳۲۲ھ) مولانا رفیع الدین بہاری (م ۱۳۳۸ھ)، مولانا قاضی علاء محمد پشاوری (م ۱۳۱۰ھ) مولانا قاضی عبد الاحد خان پوری (م ۱۳۴۷ھ) مولانا عبد الحق غزنوی (م ۱۳۷۱ھ)، مولانا عبد الرحمان لکھوی (م ۱۳۱۲ھ) مولانا حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) مولانا عبد الوہاب دہلوی (م ۱۳۵۱ھ) مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی (م ۱۳۴۸ھ)۔

مولانا عبداللہ غزنویؒ کی اولاد

مولانا عبداللہ غزنویؒ کے ۱۲ صاحبزادے اور ۵ لڑکیاں تھیں۔ آپ کے تمام صاحبزادے محدث تھے۔ علمِ دین اور فقر کی دولت سے مالا مال تھے۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۴۲۷)

آپ کے خاندان کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔